لطیفہ ۲٦

اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہلِ کشف کے شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔

قال الاشرفؒ :

الحیرۃ نوعان،حیرۃ المذموم و المحمودوالا ول لارباب للنظرو البرھان والثانی لا صحاب الکشف والعیان۔ یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، حیرت دوقسم کی ہیں۔حیرتِ مذموم اور حیرتِ محمود، پہلی اربابِ فکرودلیل کے لیے اور دوسری اصحابِ کشف ومشاہدہ کے لیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا،توحید کی راہ کے طالب اورتفرید (یکتائی) کی درگاہ کے سالک دوالگ الگ فرقے ہیں۔ وہ جو اہلِ بحث و افکار ہیں اور وہ جو اصحابِ کشف وبصیرت ہیں۔ پہلے گروہ کو اربابِ علم و دلیل اور دوسرے گروہ کو اصحابِ کشف ومشاہدہ کہتے ہیں۔

اہلِ بحث و افکار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کے گھوڑے کو استدلال کے میدان میں دوڑاتے ہیں ۔ممکنات (مخلوق) کے وجود کو واجب الوجود کی ہستی پر دلیل بناتے ہیں اورنظری مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مخلوق سے خالق کی طرف جاتے ہیں،لیکن یہ لوگ چوں کہ اپنی خودی کے ساتھ توحید وتفرید کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احوال کی آنکھ سے جمالِ توحید کونہیں دیکھتے اس لیے وجودِ واحد کو دو بلکہ ہزار وصد ہزار دیکھتے ہیں، اسی باعث شک کے صحرا میں جا پڑتے ہیں اور اسی موجب وادی محرومی میں سو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) ان قرآنی آیات کی جوتوحید سے متعلق ہیں، انسانی طبیعت کی تنگی کے تقاضے اور جسمانی نارسائی کے اندازے کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور ان آیات کے معانی کے ادراک میں صرف

چھلکا اتارنے پر قناعت کرتے ہیں لیکن لکلّ آیة ظاهر و باطن و البطنه سبعة البطن یعنی ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے، اس کے باطن کے بھی سات باطن ہیں۔ اہلِ دلیل اس رمز سے بے بہرہ ہیں، حالاں کہ جمالِ توحید ان پر جلوہ کرتا ہے لیکن اندھے بن جاتے ہیں اور ابلیس کے مانند انانیت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی کج فہمی نے توحیدِ خالص اور وجودِ حقیقی میں آلائش قبول کر لی اور ان کا شریک گڑھ لیا اس لیے لازمی طور پر معرفت کے فوائد اور وصول کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ اگر چمگادڑ اپنی نحوست کے سبب تاریک حجرے میں رہا اور جمالِ آفتاب کی دید سے محروم رہا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قطعہ:

نہ بیند مہر را چوں چشمِ خفّاش
گناہ از جانبِ خورشید نبود
کسے کز جامِ جم سرخوش نہ باشد
نفی در حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ: اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کا جلوہ نہیں دیکھتی تو یہ آفتاب کا گناہ نہیں ہے۔ جو شخص جامِ جمشید سے سرور حاصل نہیں کرتا تو جمشید کی حکمت کا انکار نا مناسب ہے۔

اصحابِ کشف و شہود کی روش یہ ہے کہ حبلِ متین [۱] کی مدد اور عروۃ الوثقیٰ [۲] کی عنایت سے تقلید کے گہرے کنویں کی تہہ سے باہر آ جاتے ہیں اور دل کی پاکیزگی اور روح کی دائمی صفائی کے ساتھ صحرائے تحقیق کی فراخی میں قدم رکھتے ہیں۔ کشف کے وسیلے اور شہود کے زینے سے معرفت کے ایوان میں آتے ہیں اور معبود کے ملکِ حقیقت کی سلطنت کے تخت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ عدم سے وجود میں آنے اور قِدَمْ [۳] سے حدوث [۴] کے ربط کی تحقیق بارگاہِ توحید میں 'لا' کی جھاڑ و پھیر کر کرتے ہیں اور خالص توحید کی عظمت کے دامن کو 'الّا' کے پانی سے دھوتے ہیں۔ خالص مغز کے ساتھ توحید کے درجات طے کرتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو توحید سے متعلق ہیں، ان کو تاویل کے بغیر خالص توحید پر منطبق کرتے ہیں۔ توحید کے چہرے کو دلائل کے زیور سے سجاتے ہیں اور وحدت کے رخسار کی آرائش برہان سے کرتے ہیں۔ اس کو لباسِ حجت سے آراستہ کر کے بیان کی چادر پہناتے ہیں اور وضاحت کی نمایاں جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ نامحرموں پر توحید کے راز ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے اور ان سے ان حقائق کا چھپانا واجب جانتے ہیں۔ (یہ حضرات) سالکوں کو اسی انداز سے ہدایت

۱۔ حبلِ متین۔ مضبوط رسی

۲۔ عروۃ الوثقیٰ۔ بہت مضبوط حلقہ یا کنڈا

۳۔ قدِم۔ قدامت۔ پرانا پن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قدِم استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ حدوث۔ مخلوق

کے راستے پر چلاتے ہیں۔ نظم :

بہ نامحرم نباید سِرّ گفتن
نہ از محرم بباید در نہفتن

ترجمہ: نامحرم سے راز کی بات نہیں کہنا چاہئے اور جو آشنا ہے اس سے چھپانا نہیں چاہئے۔

سر از محرم نہاں کردن چنانست
کہ گفتن راز با نا محر ما نست

ترجمہ: محرم سے راز چھپانا ایسا ہی ہے جیسے نامحرموں پر راز ظاہر کر دینا،

کسے کو زیں دو حد گامے بروں زد
سر از معنی بروں کردہ دروں زد

ترجمہ: جس شخص نے ان دو حدوں سے تجاوز کیا، اس نے (بے موقعہ) رازِ حقیت آشکار کیا اور چھپایا۔

ان (اصحابِ کشف وشہود کی) پیروی باعثِ ہدایت ہے۔ **من اقتدا بھم اھتدیٰ ومن خالفھم ضلّ واغتوٰی** یعنی جس نے ان کی پیروی کی اسے راستہ مل گیا اور جس نے خلاف کیا وہ گمراہ ہوا اور بھٹک گیا۔ جان لیں کہ صوفیہ رضی اللہ عنھم اہلِ کشف وبصیرت کا گروہ ہے، اہلِ فکر ودلیل کا فرقہ نہیں ہے۔ یہ اہلِ توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے۔

بیت :

بگو بامن چہ دیں داری خوشم بادینِ توحیدش
ہمیں دینم صواب آرد دگر دینہا خطا دیدم

ترجمہ: مجھے بتا کہ تیرا دین کیا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پسند کرتا ہوں، میرے نزدیک یہی دین درست ہے۔ دوسرے دینوں میں خطا ہے۔

ان کو اہلِ توحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے کیوں کہ یہ منازلِ توحید کی راہ اور معاملاتِ تجرید کی سیر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمالِ الٰہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ ان کی انیّت کے پردے سحابِ جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجودِ اضافی وجودِ حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرار توحید کے مشاہدے اور انوارِ وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل ولا یزال[۱] کے جمال میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذاتِ احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا، ان کی آنکھیں ذاتِ احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر

---

[۱] لم یزل = بے زوال، لا یزال۔ بے زوال سے مراد اللہ تعالیٰ

سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجودِ واحد حق تعالیٰ ہے۔

اہلِ عرفان کہتے ہیں جب تک سالک اپنی ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔ قطعہ:

فانی ز خود و بدوست باقی
ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند
ایں طائفہ اند اہلِ توحید
باقی ہمہ خویشتن پرستند

ترجمہ: اپنی ذات سے فانی اور محبوب کے ساتھ باقی ہیں۔ یہ عجب تماشا ہے کہ نیست ہیں اور باقی بھی۔ بس یہی ایک گروہ اہلِ توحید ہے باقی سب خود پرست ہیں

حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی۔ پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہلِ کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حیرت جو اہل فکر و دلیل کا حصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لیے دعا کی ہے۔ رب زدنی تحیّراً یعنی اے میرے رب میرے تحیّر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے۔ وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحابِ کشف و عرفان کے عقیدے کے [۱] جب کہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو، اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عقل کا شکرہ جب عالمِ توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا۔ متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن (درحقیقت اس کا باطن شک و شبہے میں آلودہ ہوتا ہے) حضرت عین القضاۃ سے منقول ہے کہ ابن السقاء بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور

۱۔ اس کے بعد مطبوعہ نسخے کی عبارت (ص ۱۲۴۔ سطر ۲۰ تا ۲۶) سہو کتابت سے پر ہے۔ کتابت شدہ عبارت یہ ہے۔

''زیرا کہ بآلت وحدت عقل صافی از فضلات غرت و مجردان شہوات
بتوحید صرف رسیدن محال است کہ بعقل تاریک مختص چہ رسد الخ

اس عبارت سے کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ دراصل یہ تمام عبارت عین القضاۃ ہمدانی کے مشہور رسالے ''غایت الامکان فی درایت المکان'' سے اخذ کی گئی ہیں۔ احقر مترجم نے عین القضاۃ کے مذکورہ رسالے کا ۱۹۸۴ء میں ترجمہ کیا تھا اور مع فارسی متن شائع کیا تھا۔ یہاں سطر ۲۰ تا ۲۶ کا ترجمہ مذکورہ رسالے سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، ''غایت الامکان فی درایت المکان'' اردو ترجمہ از لطیف اللہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۱۷ سطر ۶ تا ۱۵۔

وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے۔ اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔[۱] اگر دلائلِ توحید میں ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔ قطعہ:

چو نورے نیست از خورشیدِ توحید
ز نورِ ذرّۂ عقل اوچہ بیند
چو تا بد ذرّۂ خورشیدِ وحدت
براہیں ذرّہ وار از ہم نشیند

ترجمہ: جسے آفتابِ توحید کا نور میسر نہیں ہے اسے عقل کے ایک ذرّہ نور سے کیا نظر آ سکتا ہے، جب توحید کے آفتاب کا ایک ذرّہ چمکتا ہے تو تمام دلائل ذرّوں کی مانند عاجز ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، تحیّر کے لغوی معنی سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں **المتحیّر لم یکن له مخرج من امره یمضی و عاد الیٰ حاله** یعنی متحیّر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفاتِ افعالی کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہو سکتا ہے۔ لیکن متحیّر کو چوں کہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے، جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکتِ الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لیے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔ قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تحیّر
فگندہ یافت از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید، تا مر اورا
نیا رندش ز بحرِ لا یزالی

ترجمہ: جس نے اپنا سر تحیّر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لیے، وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے لازوال سمندر سے نہ نکالے۔

حضرت شیخ قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشیؒ ہمیشہ عالم تحیّر میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال

---

[۱] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلثہ ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ ان کے عقیدے کا مثلث ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت مراد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعے کے بعد ابن السقاء بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں، وفیات الاعیان مصنفہ ابن خلکان۔ جلد ہفتم ص ۸۷۔ بیروت ۱۹۶۸ء

سے ساحلِ قال پر اور صحرائے وصال سے کنارہ خیال تک لاتے۔ اول نماز کے وقت، دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا، سوم روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کی حالت عجیب وغریب تھی۔ ہمیشہ وجد کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقاتِ شریفہ تحیّر کی حالت میں گزرتے۔ خادم نماز پنجگانہ کے وقت یا کوئی عزیز ملاقات کرنے آتا تو آپ کو آگاہ کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عالی مرتبہ سیف خاں خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ خادم آپ کو اطلاع دیتا، وہ جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تقریباً ایک ساعت کھڑے رہے خادم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سیف خاں کے آنے سے آپ کو آگاہ کرتا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے چشمِ مبارک کھولی۔ فرمایا آیئے، سیف خاں کی عجیب حالت تھی جیسے نعمت نایاب حاصل ہوئی ہو۔ خدا مبارک کرے۔ سیف خاں بیان کرتے تھے کہ آپ کی نظرِ مبارک پڑتے ہی میری یہ حالت ہوگئی گویا آپ نے مجھ سے میرے وجود کو چھین لیا ہے اور مجھے ایسے عالم میں لے گئے ہیں جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سعادت جو آپ اصحاب دیکھتے ہیں اسی ایک نظر کا کرشمہ ہے اور جس نعمت کے لیے لوگ سر مارتے ہیں اسی ایک نگاہ کا اثر ہے۔ رباعی:[۱]

مسِ وجودِ من کہ نبودش بہم قدر
زرّے طلائے گشت ازاں کیمیا اثر
بودم حضیض منظر حرماں فتادہ من
از التفاتِ مہر کشیدم بہ اوج سر

ترجمہ: میرے وجود کے تانبے کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کیمیا اثر سے زر سرخ ہوگیا، میں پست منظر اور حرماں زدہ تھا لیکن آفتاب کی توجہ سے سر بلند ہوگیا۔

حضرت گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ متحیّر کبھی باریاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے۔ عشق الٰہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الٰہی میں مست اٹھتا ہے۔ سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے، جب کرسی عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے۔ جب تک انوارِ ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔ بیت:

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
مپنداری کہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز

ترجمہ: یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ جب مرتا ہے مبتلا مرتا ہے اٹھتا

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

ہے۔تو مبتلا اٹھتا ہے۔

متحیرّ اس وجہ سے کہ انتہائے شوق میں شکل بنانے والے کو گمان کرتا ہے۔مشاہدۂ دوست سے محروم رہتا ہے۔ حالت تحیرّ خاندانِ چشت اہل بہشت سے مخصوص ہے ۔یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے ربّ زدنی تحیّراًیعنی اے پروردگار میری حیرانی میں زیادتی فرما۔(خیال کرو کہ) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔صاحبِ ہمت کا کمال تحیرّ میں ظاہر ہوتا ہے۔تحیرّ کے سات سو درجے ہیں اور جملہ اہل تحیرّ پینتالیس گروہ ہیں ہر گروہ کا اپنا مرتبہ ومقام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا ٗ فرماتے تھے کہ ذات میں تحیرّکفر کی جانب لے جاتا ہے اور صفات میں تحیرّ خالص توحید ہے ۔بعض محققین کہتے ہیں کہ ذات (کے تحیرّ) میں بھی تحیرّ ہے، و حقیقۃ المعرفت تحیّرو عجز عن درک الادراک ادراک‘‘ یعنی معرفت ِحقیقت حیرانی ہے اور ادراک کے درک سے عاجزی ادراک ہے۔جب معروف یعنی اللہ تعالی کا احاطہ ناممکن ہے تو اس کی معرفت بھی ممکن نہیں سوائے حیرت کے اور حیرت محوِ تصرف ہے،صفت سے بھی اور عبادت سے بھی ۔ حقیقتِ محو اوصاف کے فنا ہونے کا تصرف ہے اور فنا کا ثمرہ اوصاف کا مشاہدہ ہے۔

اس سلسلے میں نقل فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو تحیرّ کی نعمت عطا فرمائی ۔ زمین حرکت میں آئی اور عالم حیرت میں جا پڑی اور فریاد کی کہ ’’ میں‘‘ ہوں ۔غیب سے ندا آئی اگر دم مارا تو سزا دوں گا۔خاموش ہو جا کہ یہ عالم خاموشی ہے، چنانچہ زمین سے اہل تحیرّ پیدا کیے گئے بلکہ آسمان وزمین کی تمام موجودات عالم تحیرّ میں ہیں۔ رباعی [۱]

فلک گشت از تحیرّ ہم چو پرکار
زمیں چوں نقطۂ خاموش درکار
ثوابت ثابت اندر حیرتِ او
بہ چرخِ حیرت است سیّارہ سیّار

ترجمہ: تحیرّ سے آسمان پرکار کی مانند ہوگیا، زمین (دائرے کے) نقطے کی طرح ساکت وخاموش ہوگئی۔ قائم رہنے والے ستارے اس کی حیرت میں ساکت ہوگئے۔حرکت کرنے والے ستارے حیرت سے گھومنے لگے۔

متحیرّ ہونے کے سبب بھی کئی طرح کے ہیں۔بعضے موت اور قبر کی ہیبت سے حیران ہوتے ہیں اور بعضے عذاب اور قبر کے ڈر سے متحیرّ ہوتے ہیں۔ایک گروہ قیامت کے خوف سے حیران ہے کہ کل قیامت میں ہم پر کیا بیتے گی اور ہمیں کن لوگوں میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اور ایک دن عالم حیرت میں رہے۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

فرماتے تھے کہ الٰہی میرے بعد میری امت پر کیا گزرے گی۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سورۂ اخلاص لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو شخص ہمیشہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتا رہے گا، وہ عذابِ قبر اور خوفِ قیامت سے محفوظ رہے گا اور اسے تحیّر کی کیفیت بھی نصیب ہوگی۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو ان تین باتوں سے بچا کر رکھے گا۔ اسے سعادتِ حیرت عطا کی جائے گی۔ اول لقمہ حرام نہ کھائے اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے ،دوسرے ممنوعہ اوقات میں نہ سوئے، تیسرے دنیا سے دور رہے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچے۔ غزل:

بر گزراز خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا، تاکہ عشق کی راہ میں اہل ہمت کے مانند ہو جائے۔

از حریمِ صحبتِ مردم برآی
تا براہِ وصل او خنداں شوی

ترجمہ: مخلوق کی صحبت کی چار دیواری سے نکل جا، تاکہ محبوب کے وصل سے خوش ہو جائے۔

از حجابے نام و ناموسے گزر
عاشقے چوں اشرفِ سمناں شوی

ترجمہ: نام ونگ کے حجاب سے گزر جا اور اشرف سمنانیؒ کے مانند (محبوب حقیقی کا) عاشق بن جا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، حیرت پیدا ہونے کے جو اسباب (ہم نے) بیان کیے ان کا تعلق عام لوگوں سے ہے (کہ کسی خوف کے سبب حیران ہو جاتے ہیں) لیکن خواص راہِ سلوک کی بے نہایتی اور بارگاہِ مالک الملوک کی بے پایانی سے متحیّر ہوتے ہیں۔ اخص الخواص دریائے مشاہدہ اور صحرائے معائنہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہاں جن تجلیات و انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کے وصول وحصول سے متحیّر ہو جاتے ہیں۔کل (قیامت کے دن) جب عزت کا شامیانہ اور عظمت کا سائبان آراستہ کریں گے تو انبیا علیہم السلام باوجود صاحبِ نبوت وشوکت ہونے کے کہیں گے، **لا علم لنا** (ہمیں علم نہیں ہے) فرشتے عبادت گاہوں کو جلا کر اور تقدیس و تسبیح کے خرمن ہوا میں اڑا کر عرض کریں گے ۔**ما عبدناک حق عبادتک** (ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا) مخلص ،موحد اور عارف افسوس کریں گے کہ **ما عرفناک حق معرفتک** (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا ،خواص کو آیات قرآنی کے پوشیدہ معانی، کلام ربّانی کے مشکل رموز ،کرسی کی عظمت، عرش کے پھیلاؤ، لوح وقلم ، فلک و ملک کے معائنے سے تحیّر پیدا ہوتا ہے جب کہ اخص الخواص جو **لایعرفھم غیری** [1] کی

---

[1] **لا یعرفھم غیری** ۔میرے غیر انھیں نہیں پہچانتے۔

صفت سے موصوف ہیں، اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے آثار اور ذات کے انوار میں متحیّر اور مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت گنج شکرؒ کا قول ہے کہ اس مقام کے سات سو دروازے ہیں جو فناء الفنا میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اس سے بالاتر کوئی مقام نہیں ہے۔ تمام انبیا کو یہ مقام حاصل تھا۔ بعض اخص اولیا بھی اس مقام کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم تحیّر کے صدق کا اثر یہ ہے کہ اگر حالتِ تحیّر میں سات آسمان و زمین کے طبق گرم کر کے ان کے قدم کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو یہ حضرات جنبش بھی نہ کریں۔ بیت:

اگر صاحبِ تحیرّ پا بہ دوزخ
نہد، افسردہ گردد نار چوں یخ

ترجمہ: اگر متحیّر دوزخ میں قدم رکھ دے تو اس کی آگ بجھ کر برف کی مانند ٹھنڈی ہو جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ ابوبکر سقا بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ تیز ہوا چلی اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ لوگوں نے دعا اور فریاد شروع کر دی۔ اس کشتی میں ایک درویش تھا جو کمبل میں سر لپیٹے جامِ حیرت پیئے پڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے دیوانے سب لوگ دعا و فریاد کر رہے ہیں تو بھی کچھ کہہ۔ اس نے اپنا سر کمبل سے نکالا اور کہا: مصرع

عجب لقلبک کیف ان قلب

ترجمہ: تعجب ہے کہ تیرا دل ایک دم کیسے پلٹ گیا۔

یہ مصرع پڑھ کے پھر کمبل میں سر چھپالیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیسا دیوانہ ہے کہ ہم اس سے کہہ رہے ہیں کہ دعا کرو اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ اس نے کمبل سے دوبارہ سر نکالا اور دوسرا مصرع پڑھ دیا۔

رشدہ حبک لی لم ذھب

ترجمہ: اس دل کی درستی تیری محبت ہے جو مجھے حاصل تھی کیسے چلی گئی۔

دوسرا مصرع پڑھتے ہی طوفان کی شدت کم ہو گئی۔ لوگوں نے دیوانے سے دوبارہ کہا بابا کوئی اور بات کہو اس نے کمبل سے سر نکال کر دوسرا شعر پڑھا۔ بیت:

واعجب من ذاو ذاو اننی
اراک بعین الرضا فی الغضب

ترجمہ: اور مجھے تعجب ہے اس پر بھی اور اس پر بھی کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں غضب کی حالت میں۔

یہ شعر پڑھنے کے بعد لہریں ساکن ہو گئیں اور تیز ہوا تھم گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اس دیوانے نے تو یہی دو شعر پڑھے، تیسرا شعر میں نے کسی دوسری جگہ پڑھا وہ یہ ہے۔ بیت:

فان جدت بالوصل احببتنی
والا فھذا الطریق العطب

ترجمہ: اگر تو وصل کے ساتھ فیاضی سے کام لے تو تو مجھے محبوب بنالے گا ورنہ تو یہ راستہ سراسر ہلاکت کا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، اصحابِ تحیرّ فجر کی نماز بارگاہِ کبریا میں ادا کرتے ہیں، ظہر فراز عرش پر، عصر کعبے شریف میں، مغرب بیت المقدس کے اوپر اور نمازِ عشاء بیت المعمور میں پڑھتے ہیں۔ بیت:

مصلےٰ کیں چنیں نبود نمازش
بہ نزد عاشقاں تارک صلوٰتست

ترجمہ: جس شخص کی نماز ایسی جگہ ادا نہیں ہوتی وہ اہلِ عشق کے نزدیک تارک نماز ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام جب گلزارِ جنت سے باہر آئے تو دوسو سال عالمِ تحیرّ میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالتِ تحیرّ میں فرشتے کو طمانچہ مارا، اگر فرشتہ واپس نہ لوٹتا تو جل جاتا۔ قطعہ:

ز مستِ جامِ حیرت در خرابات
چو زاہد ناید از وے پارسائی
دگر شور اند اورا بے حمیّت
بسوزد دردم از نورِ خدائی

ترجمہ: جو شخص میخانے میں جامِ حیرت سے مست ہوگیا ہو اس سے زاہد جیسی پارسائی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بے حمیّت ہونے کا شور مچایا جائے تو وہ الٰہی نور سے ایک دم میں اسے جلا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اصحابِ تحیرّ وتفکر اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ اللہ تعالی سے ہم کلام رہتے ہیں۔ جب پلک جھپکاتے ہیں تو اگلا درجہ طلب کرتے ہیں۔ اخص الخواص جب عالم ملکوت[1] عبور کرلیتے ہیں تو ان پر تحیرّ طاری ہوجاتا ہے اور اکثر و بیشتر تحیرّ عالمِ جبروت[2] ولاہوت[3] میں ہوتا ہے۔ اس کی علامت خاموشی ہے۔

(یہ حضرات) جمالِ الٰہی کے نظارے اور وصال کے ناز و نیاز میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ دن رات اور مشرق و مغرب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

خیالت آں چناں بے ہوش دارد
کہ خبرے ز انفس و آفاق نبود

(۱) عالم ملکوت۔ وہ عالم جو مخصوص ہے ملائکہ، ارواح اور نفوس کے لیے (سرّ دلبراں، ص ۳۰۷)
(۲) عالم جبروت۔ مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی (سر دلبراں ص ۱۲۶)
(۳) عالم لاہوت۔ مرتبہ ذات، لاہوت دراصل لاھو الاّ ھو ہے (سرّ دلبراں ص ۲۹۷) لاھو الاّ ھو (وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ)

کسے کو عشقِ او باشد مقیّد
خبر از خود علی الاطلاق نبود

ترجمہ: تیرا خیال اس درجے بے ہوش رکھتا ہے کہ اپنی اور دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ جو شخص کہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اسے قطعی طور پر اپنی خبر نہیں ہوتی۔

آپ حضرت مخدومیؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ اکثر یہ شیریں اشعار پڑھتے تھے۔ قطعہ :

خوں بہائے عاشقاں در روزِ وصل
جلوۂ معشوق باشد وقتِ ناز
کشتگانِ دوست ، تا روزِ جزا
تا نہ پنداری بخود آیند باز

ترجمہ: وصل کے روز عاشقوں کا خوں بہا، ناز کے وقت محبوب کا دیدار ہوتا ہے، دوست کے مارے ہوئے قیامت کے دن بھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔

اہلِ عشق کی آخری نعمتِ ابدی اور اہلِ شوق کی تمام دولتِ سرمدی حیرت ہے۔خواص جب حالتِ تحیّر سے حالتِ ہوش میں آتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں کہ ہم کہاں تھے اور کس شے کے لیے مبتلائے تحیّر ہوئے جس کے وصف کا ایک شمّہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ کیا صفت رکھتا ہے۔ بیت :

وصفِ جمالِ چوں توئی نیست حدِ بیانِ من
من چہ کنم صفت ترا اے تو چناں کہ ہم توئی

ترجمہ: میں تیرے جمال کی خوبی جیسا کہ تو ہے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں تیری صفت کس طرح بیان کروں جب کہ تو اپنی مثال آپ ہے۔

اہلِ تحیّر دوست ہی سے کلام کرتے ہیں اور دوست ہی کی بات سنتے ہیں۔اپنی صفات سے فانی شخص اور متحیّر ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ بیت :

آں کس کہ بہ عالمِ تحیّر غرق است
در ہر چہ نظر کند، بود دوست حضور

ترجمہ: وہ شخص جو حالتِ تحیّر میں غرق ہے جس چیز کو دیکھتا ہے دوست کو موجود پاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت سیّد محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ وہاں دس دن اور دس راتیں عالم تحیّر میں رہے۔ آپ کو عالمِ محسوس کا بالکل شعور نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا بہ تکلف نماز میں شریک ہوتے اور آپ کو اس کا قطعی

احساس نہ ہوتا۔دس دن کے بعد جب آپ اپنے آپ میں آئے تو اصحاب سے نماز کی حالت کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے جو کیفیت دیکھی عرض کردی۔فرمایا اللہ تعالی کا شکر ہے کہ میرے وقت کی حفاظت فرمائی ۔ بیت :

اگرچہ مستِ جامِ عشقِ یارم
ولے سّرِ ازاں بیروں نیارم

ترجمہ: اگرچہ میں دوست کی محبت کے جام سے مست ہوں لیکن رازِ محبت کو کسی پر عیاں نہیں کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے ۔او **کما قال علیه السلام الشریعة اقوالی و الطریقه افعالی والحقیقة احوالی** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا، شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ایک محقق کا قول نقل فرمایا،**الشریعة اقوال النبی مع الخلق و الطریقة افعال النبی مع النفس والحقیقة احوال النبی مع الله**یعنی شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں خلق سے متعلق ،طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں نفس سے متعلق اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالی کے ساتھ احوال ہیں۔شریعت اور امر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا و جوارح کی پاکیزگی ہے ،طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسویٰ اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔**قال علیه السلام ذرة من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاهر** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا اعمالِ باطنی کا ایک ذرّہ اعمالِ ظاہر سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا ،علم شریعت ہے ،اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے،حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے۔ جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ قطعہ:

درس داری کش نباشد درسہ دار[1]
درسہ دارد ورنہ باشد درس دار
گر سہ داری دوست داری چار ہاست
ورنہ چوں منصور خوانی درس دار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح اور اسی املا میں درج ہوئے ہیں۔احقر مترجم کوشش کے باوجود ان اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔اس ترجمے کے متن میں ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا البتہ کھینچ تان کر یہ مفہوم نکالا جا سکتا ہے:

’’وہ درس دار جس کو تین سبق یاد نہیں ہیں،انھیں یاد کرلے ورنہ حامل درس نہیں ہے۔ اگر تجھے تینوں یاد ہیں تو خیر ہے ورنہ منصور کی طرح سولی کا سبق یاد کرلے۔‘‘

شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے۔ ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے۔ شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ **العزیمة هو الفضل** (عزیمت ہی فضیلت ہے) یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا اور سخت تکلیف برداشت کرنا **والرخصت عبارت عن الیسر والسهولة فی الشرع** یعنی رخصت شرع میں آسانی اور سہولت ہے۔ چنانچہ شرع میں اس کی اجازت ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں لیکن عزیمت یہ ہے کہ روزہ رکھیں اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔ مجبوری کی حالت میں زبان پر کفریہ کلمات لانا، انبیا علیہ السلام کی غیبت کرنا اور مظلوم مسلمان کو قتل کرنا رخصت ہے، یعنی ایسی باتیں کر کے خود کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ عزیمت یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے خلاف کریں اور (مردانہ وار) جامِ شہادت نوش کریں۔ ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں، عزیمت یہ ہے کہ امرِ اوّل کو برقرار رکھا جائے۔ سفر میں بھی امر اوّل برقرار رہتا ہے اور کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ رخصت یہ ہے کہ کسی خاص عذر کے سبب امر اوّل دشواری سے آسانی میں تبدیل ہو جائے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت و طریقت میں اتحاد عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے (دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروعات و حال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔ مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق دونوں گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اس کے اور اس کے درمیان کوئی نسبت نہیں، دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بینا اور نابینا کا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ[1] (اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے) بیت:

یکے از لذّتِ دیدار گوید
دگر از وعدہ و آثار گوید
مرا ایں را نقد و آں رانسیہ آمد
بہ سودا اندک و بسیار گوید

(۱) پارہ ۷۔ سورۃ الانعام، آیت ۵۰

ترجمہ: ایک شخص لذت دیدار بیان کرتا ہے دوسرا محض وعدے اور آثار کی باتیں کرتا ہے۔ دیدار نقد اور وعدہ ادھار ہے،سودے میں اسی کو کم اور زیادہ کہتے ہیں۔

فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے مثلاً ذمّی کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ [1] (تو ان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً (مارنے کا) حکم ہے تاکہ وحدتِ الٰہی میں شرک کرنے والے اور توحیدِ لا متناہی میں ساجھی بنانے والے وادی شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں صاحبِ یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر آئیں۔ ذمّی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، وہ صرف اطاعت کرتا ہے۔ دراصل اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی، اس نے صراطِ مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا۔ آیات کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنِ [2] (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [3] (جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اسی پر اکتفا کیا کہ ذمّی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے (کیوں کہ) اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔ بیت:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیت

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لیے ہے، خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔ بیت:

اگر نقشِ رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزّیٰ را

ترجمہ: اگر تمام اشیا میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات وعزّیٰ کی پرستش کبھی نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔سورۂ توبہ، آیت ۵۔

[2] پارہ ۲۷۔سورۃ الذّٰریٰت آیت ۵۶۔

[3] پارہ ۱۲۔سورۃ ھود، آیت ۵۶۔

کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بیں آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اس امرِ شنیع میں اوامرونواہی کے احکام ترک کیے گئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادات خدا کے لیے ہیں ،خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو۔خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔ رباعی: [1]

اے تیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکنِ مسجد
یعنی کہ ترامی طلبم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب! عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے۔مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔ میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

(مسئلے کے) واضع کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی اس لیے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے بحال رکھے جائیں کہ کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ [2] (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لیے ہیں۔اگر بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔ رباعی:

اگرچہ سجدۂ اصنام باشد
بظاہر باطنش اسلام باشد
کسے کیں سرِّ معنی را بداند
ہمش اسلام و ہم اصنام خواند

ترجمہ: اگرچہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے،اس کا باطن اسلام ہوتا ہے، جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ اس کو اسلام بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لیے سختی سے منع فرمایا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو، اور دین کے امور کمال اور عظمت حاصل کریں۔ قطعہ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔یہ غزل کے اشعار ہیں۔کلمات الصادقین کے مصنف صادق دہلوی نے ان اشعار کو شیخ حسن خیالی اور خیالی بخاری سے منسوب کیا ہے لیکن درحقیقت یہ غزل خیالی بخاری کی ہے۔ دیوانِ خیالی بخارائی، مرتبہ عزیز دولت آبادی، تبریز (ایران) ۱۳۳۵ھ ش ص ۲۴۰۔

[2] پارہ ۱۔سورہ بقرہ آیت ۱۱۶

غلام ہمتّ آں عارفانِ رندانم
کہ در خرابۂ مستی چہ ہوشیارانند
ز رسم و عادتِ ظاہر کشیدہ پائے بروں
درون باطنِ اسرار راز دارانند

ترجمہ: میں اُن رند عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں جو میخانے کی مستی میں بھی ہوش میں رہتے ہیں، انھوں نے ظاہری رسم و عادت سے اپنا قدم باہر رکھا ہے اور اسرار باطن کے راز دار ہیں۔

وہ لوگ جو دلیل و برہان سے شریعت اور توحید کا اتحاد بیان کرتے ہیں وہ مقصد کی حقیقت تک پہنچے ہی نہیں اور نہ انھوں نے نہایتِ اسرار کی بزم کا جام نوش کیا ہے۔ بیت:

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: (جب) کوئی خام شخص کاملین کے حال کو نہیں پہنچ سکتا تو بات ختم کریں اور سلامتی کی دعا کریں۔

والسلام بالنبی و آلہ الاکرام۔